علامہ تفتازانیؒ اور مختصر المعانی میں ان کا منہج: ایک تحقیقی جائزہ

‘Allāma Taftazāni and His Methodology in Mukhtaṣar al M‘āni: A Research Analysis

ہارون الرشید[i] ڈاکٹر نجم الحسن[ii]

Abstract

The Holy Qurān being the complete, perpetual, and everlasting message of Allah Almighty, revealed upon the Prophet Muḥammad (SAW), for the guidance of humanity irrespective of color, race, gender and Religion. The scientific, philosophical, historical, philological and religious evidences prove that the Holy Qurān has been preserved from all kinds of human amalgamations in the history. It had always been the source of interpretation and inference of various ‘Ulūm for religious and other scholars as well. They had been deriving Fiqh, Sciences of Fiqh, Sciences of Hadīth, Sciences of lexical, syntax, Morphology and Rhetoric etc. The Science of Rhetoric, being essence of the Holy Qurān and ‘Arabic Language has been focused by various linguistic scholars to disseminate its message eloquently across the globe. Keeping in view the important aspect of the Rhetoric, ‘Allāma Taftazānī (RA) had prepared the great compendium of Mukhtaṣar al M‘ānī in 8th Hijri. Since that, this book had been the integral part of the curriculum being thought in Dīnī Madāris. The aim of this study is to undertake the Methodology of Mukhtaṣar al M‘ānī, its worth and value among religious curriculum, scholars and students.

Keywords: Mukhtaṣar al Ma‘āni, Methodolgoy, Rhetoric, Curriculum

تعارف

قرآن کریم اللہ تعالٰی کی وہ کامل آخری کتاب ہے جو قیامت تک انسانوں کی راہنمائی کرتی رہے گی۔ اس کی تعلیمات ابدی ہیں۔ علماء نے اس کتاب سے مختلف علوم نکالے ہیں۔ مثلاً فقہ، اصول فقہ، صرف، نحو، علم بلاغت وغیرہ۔ ہر صدی میں قرآنِ کریم کی مختلف جہات سے خدمت کی گئی ہے۔ لیکن قران کریم کا بلاغی پہلو ایک اہم پہلو ہے۔ کیونکہ یہ

i پی ایچ-ڈی ریسرچ سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ، دیر (لوئیر)
ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ، دیر (لوئیر)

قرآن کریم کے اعجاز پر دلالت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے آٹھویں صدی میں علامہ تفتازانیؒ نے بلاغت کے پہلو سے مشہور کتاب مختصر المعانی تالیف کی۔ جو اس فن میں ایک عظیم شاہکار ہے، اور اس وقت سے لے کر آج تک مدارس میں شاملِ نصاب ہے۔ اس لئے اس آرٹیکل میں علامہ تفتازانیؒ کا تعارف، علماء کے نزدیک اس کا مقام اور مختصر المعانی میں ان کا منہج پیش کریں گے۔

مؤلف کا تعارف

آپ کا نام مسعود لقب سعد الدین، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے، دادا کا نام عبداللہ اور لقب برہان الدین ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ سعد الدین مسعود بن فخر الدین عمر بن برہان الدین عبداللہ ہے۔ علم بیان، عربی لغت اور منطق کے امام تصور کئے جاتے تھے۔ آپ ماہ صفر 722 ہجری کو تفتازان میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں بہت کند ذہن تھے، عضد الدینکے حلقہ درس میں ان سے زیادہ غبی اور کوئی نہ تھا۔ مگر محنت اور کتب بینی میں سب سے آگے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے خواب میں ایک غیر متعارف شخص ان سے کہتے ہوا دیکھا سعد الدین! چلو تفریح کرآئے۔ انہوں نے کہا میں تفریح کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں، میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتاب سمجھنے سے قاصر رہتا ہوں، تفریح کے بعد کیا حشر ہوگا وہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر بعد کے بعد پھر آیا۔ تین مرتبہ آنے کے بعد اس نے کہا: آپ ﷺ یاد فرمارہے ہیں، میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا دیکھا تو آپ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرماہیں، مجھے دیکھ کر آپ نے تبسم آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا! ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے، میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ یاد فرمارہے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنی غباوت کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: افتح فمک (اپنا منہ کھولو) میں نے منہ کھولا تو آپ نے لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ۔ بیداری کے بعد جب عضد الدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو درس کے دوران میں آپ نے کئی سوالات کئے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنیٰ ہیں مگر استاد نے کہا: یاسعد! انک الیوم غیرک فیمامضیٰ اے سعد آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے[1]۔

تحصیلِ علم

آپ نے مختلف صاحب فضل و کمال جیسے عضد الدین، قطب الدین رازیسےؒ علوم وفنون کا استفادہ کیا۔ تحصیل علم کے بعد جوانی ہی میں آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا۔ علامہ کفویؒ کا بیان ہے کہ میں نے آپ جیسا عالم نہیں دیکھا۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند درس وتدریس پر فائز ہوئے، اور اس وقت کے بڑے بڑے علماء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

تصنیف وتالیف

تصنیف وتالیف کا ذوق آپ کو ابتداء ہی سے تھا۔ اس لئے تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کے ساتھ ساتھ علم الصرف، علم النحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی۔ غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں سولہ سال کی عمر میں آپ نے زنجانی تصنیف کی۔ باقی تصنیفات میں مشہور درج ذیل ہیں۔ تہذیب المنطق، المطول، المختصر، مقاصد الطالبین، شرح مقاصد الطالبین، النعم السوابغ، شرح الکلم النوابغ للزمخشری، ارشادالہادی، شرح العقائد النسفیہ، حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب، التلویح الی کشف غوامض التنقیح، مختصر المعانی، فتاوٰی حنفیہ، شرح الشمسیہ، الارشاد، شرح اربعین النوویہ۔ اسی طرح آپ نے ہدایہ کی شرح کا بھی ارادہ کیا تھا اور خطبہ شروع کرچکے تھے مگر موت نے اس کی تکمیل کی مہلت نہیں دی[2]۔امام موصوف کی تصانیف کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی پانچ کتابیں تہذیب المنطق، مختصر المعانی، مطول، شرح عقائد اور تلویح آج تک داخلِ درس ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں ان کا فیضانِ علم جاری وساری ہے۔ شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانیؒ کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے پیسے خرچ کرنے پر بھی دستیاب نہیں ہوتے تھے[3]۔

علامہ تفتازانیؒ علماء کی نظر میں

سید احمد طحطاویؒ کہتے ہیں کہ ان کے زمانے میں ریاستِ مذہب حنفیہ ان پر ختم ہوگئی۔ علامہ کفویؒ فرماتے ہیں علامہ تفتازانیؒ عجوبہ روزگار تھے۔ان کی نظیر بڑے بڑے علماء میں نہیں ملتی۔ان کی قابلیت اور وسعتِ علمی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ میر سید شریف جرجانیؒ جیسی شخصیت ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے۔ شاہ شجاع بن مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا۔اور شاہ تیمور لنگ کے دور میں صدر الصدور مقرر ہوگئے تھے۔ شاہ تیمور آپ کا بڑامعتقد تھا۔ جب آپ نے مطول کی شرح تلخیص لکھی اور شاہ کی خدمت میں پیش کی تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہرات کے دروازہ کو اس سے زینت بخشی۔ یہ امر تو مسلم ہے کہ میر سید شریف جرجانیؒ اور سعدالدین تفتازانیؒ دونوں اکابر علماء ومشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب ومہتاب تھے۔ علم حدیث کے علاوہ دیگر تمام علوم میں ان دونوں جیسے ماہر اور جامع نہیں گذرے ہیں۔ مگر علم منطق، علم کلام، علوم ادبیہ اور علوم فقہیہ میں علامہ تفتازانیؒ میر سید شریف سے زیادہ ماہر تھے۔ علامہ تفتازانیؒ اور علامہ جرجانیؒ دونوں دربار تیمور کے خواص میں سے تھے۔ دونوں میں بحث ومباحثہ اور مناظرہ چلتا رہا۔ ایک

مرتبہ میر سید شریفؒ نے شاہ کی مجلس میں علامہ تفتازانیؒ کی شرح کشاف میں موجود عبارت استعارہ تمثیلیہ کے جواز کی اجتماع کی متعلق اعتراض کیا۔ دونوں میں مناظرہ ہوا نعمان معتزلیکو حکم تسلیم کرلیا۔، میر سید شریفؒ علامہ تفتازانیؒ کی نسبت فصیح اللسان تھا اور تفتازانیؒ کی زبان میں قدرے لکنت تھی، نیز حکم مذکور اور علامہ تفتازانیؒ میں ناراضگی بھی تھی اس لئے اس نے میر سید شریفؒ کے حق میں فیصلہ دیا جس کی وجہ سے شاہ نے علامہ تفتازانیؒ پر میر سید شریف کا رتبہ بڑھادیا، علامہ تفتازانیؒ کو سخت صدمہ ہوا۔ کیوں کہ لوگوں میں ان کا ایک بڑا مقام تھا۔ بالخصوص میر سید شریف کے مقابلہ میں آپ کی حیثیت بہت اونچی تھی، اس لئے کہ میر سید شریف جرجانیؒ علامہ تفتازانیؒ کے تلامذہ میں سے تھے، اور دربار تیمور میں میر سید شریف کی رسائی محض علامہ تفتازانیؒ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئے اور بالاخر 22 محرم الحرام 792 ہجری پیر کے دن سمرقند میں وفات ہوئے، اور وہی آپ کو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد 9 جمادی الاولی میں بدھ کے دن مقام سرخس میں منتقل کیا گیا[4]۔

مسلک

علامہ تفتازانیؒ مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے یا شافعی؟ اس میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ، سید احمد طحطاویؒ اور ملا علی قاریؒ نے آپ کو حنفی کہا ہے۔ حاجی خلیفہؒ صاحب کشف الظنونؒ، علامہ حسن چلپیؒ اور علامہ کفویؒ اور جلال الدین سیوطیؒ نے آپ کو شافعی کہا ہے[5]۔

مختصر المعانی میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مصنفؒ نے اپنا منہج خود مقدمہ میں لکھا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

رتب المختصر على مقدمة وثلاث فنون لان المذكور فيه اما ان يكون من قبيل المقاصد في هذا الفن اولا الثاني المقدمة والاول ان كان الغرض منه الاحتراز عن الخطاء في تأدية المعنى المراد فهو الفن الاول والافان كان الغرض منه الاحتراز عن التعقيد المعنوي فهو الفن الثاني والا فهو الفن الثالث[6].

یعنی مختصر المعانی کو میں نے مقدمہ اور تین ابواب میں ترتیب دی ہے۔ جن میں سے پہلے باب علم معانی کا، دوسرا باب علم بیان کا اور تیسرا باب علمِ بدیع سے متعلق ہے۔ ہم مختصر المعانی کا منہج یوں بیان کرسکتے ہیں۔

1. کسی اصطلاح کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مصنفؒ اصطلاحات کی تعریفات ذکر کرتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں:

والمقدمة ماخوذة من مقدمة الجيش للجماعة المتقدمة منها من قدم بمعنى تقدم يقال مقدمة العلم لما يتوقف عليه الشروع في مسائله ومقدمة الكتاب لطائفة من كلامه قدمت امام المقصود لارتباط له بها وانتفاع بها فيه وهى ههنا لبيان معنى الفصاحة والبلاغة وانحصار علم البلاغة في علمي المعاني والبيان وما يلائم ذلك ولا يخفى ارتباط المقاصد بذلك[7].

"مقدمہ مقدمۃ الجیش سے ماخوذ ہے اور مقدمۃ الجیش اس جماعت کو کہتے ہیں جو لشکر سے آگے آگے جا رہا ہو۔ مقدمۃ العلم ان مسائل کو کہتے ہیں جن مسائل پر علم کا شروع کرنا موقوف ہو، اور مقدمۃ الکتاب کتاب کے کلام کا وہ حصہ ہے جو مقصود سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے۔"

اسی طرح مصنفؒ فصاحت فی الکلام کی تعریف کرتے ہیں:

الفصاحة في الكلام خلوصه من ضعف التأليف وتنافر الكلمات والتعقيد مع فصاحتها[8].

"فصاحت کلام کے لئے ضروری ہے کہ ضعفِ تالیف، تنافر کلمات اور تعقید سے خالی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کلام کے کلمات بھی فصیح ہوں۔"

2. مشکل الفاظ کی وضاحت کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مصنفؒ تعریف کی ہر شق کی وضاحت کرتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں:

فالضعف ان يكون تاليف الكلام على خلاف القانون النحوي المشهور بين الجمهور كالاضمار قبل الذكر لفظا ومعنى وحكما نحو ضرب غلامه زيدا[9].

"ضعف یہ ہے کہ کلام کی ترکیب کا قانونِ نحوی کے خلاف ہو جو جمہور کے درمیان مشہور ہے۔ مثلاً اضمار قبل الذکر لفظًا، معنًی اور حکماً درست نہیں۔ اگر اضمار قبل الذکر لفظًا، معنًی اور حکماً کیا جائے۔ تو جمہور کے خلاف ہونے سے یہ کلام ضعفِ تالیف پر مشتمل ہوگا۔ جیسے ضَرَب غُلامَهٗ زیدًا میں غُلامَه کی ضمیر لفظاً معنًی اور حکماً پہلے ذکر ہے۔"

شق تنافر کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

والتنافران تكون الكلمات ثقيلة على اللسان وان كان كل منها فصيحة كقوله وليس قرب قبر حربقبر[10].

"تنافر ثقیل کلمات کو زبان پر ادا کرنا اگرچہ ان میں سے ہر ایک کلمہ فصیح ہو، جیسے اور حرب کی قبر کے پاس کوئی قبر نہیں ہے۔ اس کلام کے تمام کلمات الگ الگ فصیح ہیں لیکن اجتماعی طور پر چونکہ ان کا تلفظ زبان پر ثقیل ہے اس لیے تنافر کلمات کی وجہ سے یہ کلام غیر

فصیح ہے۔ "

تعریف کے تیسرے شق تعقید کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

والتعقيداي كون الكلام معقداان لا يكون الكلام ظاهر الدلالة على المراد لخلل واقع اما في النظم بسبب تقديم أو تأخير أو حذف أو اضمارٍ او غير ذلك مما يوجب صعوبة فهم المراد كقول الفرزدق في خال هشام بن عبد الملك وهوابراهيم بن هشام بن اسمعيل المخزومى وما مثله في الناس الا مملكا أبو امه حتى ابوه يقاربه أي ليس مثله في الناس حي يقاربه أي احد يشبهه في الفضائل الا مملك أي رجل اعطى الملك والمال يعنى هشاما أبو امه أي ابوام ذلك الملك ابوه أي ابراهيم الممدوح أي لا يماثله احد الا ابن اخته وهو هشام ففيه فصل بين المبتدأ والخبر اعني أبو امه ابوه بالاجنبي الذى هو حوبين الموصوف والصفة اعني حى يقاربه بالأجنبي الذى هو ابوه وتقديم المستثنى اعني مملكا على المستثنى منه اعني حى وفصل كثير بين البدل وهو حى والمبدل منه وهو مثله فقوله مثله اسم ما وفى الناس خبره ومملكا منصوب لتقدمه على المستثنى منهالخ[11]

"تعقید کہتے ہیں کلام میں ایسی پیچید گی کو جس کی وجہ سے وہ متکلم کی مراد پر دلالت کرنے والا نہ ہو اب یہ پیچید گی یا تو ایسے خلل کی وجہ سے ہو گی جو خلل ترکیب میں واقع ہو وہ ترکیب خواہ کلام منظوم میں ہو خواہ کلام منثور میں ہو، یا وہ پیچید گی ایسے خلل کی وجہ سے ہو گی جو خلل معنیٰ حقیقی سے معنیٰ مجازی کی طرف ذہن کے منتقل ہونے میں ہو۔ پہلی صورت تعقید لفظی اور دوسری صورت کو تعقید معنوی کہتے ہیں۔

تعقید لفظی کی مثال فرزدق کا مذکور شعر ہے۔ کہ لوگوں میں کوئی ایسا زندہ نہیں ہے جو فضائل وخصائل میں ابراہیمکے مشابہ ہو سوائے اس کے بھانجے ہشام بن عبدالملک کے، ابراہیم اپنے بھانجے کی طرف سے مدینہ منورہ کے عامل تھے اور خود ہشام سربراہ مملکت تھا۔ فرزدق نے جہاں ابراہیم کی تعریف کی ہے وہیں اس کے بھانجے ہشام کی بھی تعریف کی ہے مگر اس شعر میں ایسا خلل پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے شاعر کی مراد کا سمجھنا دشوار ہو گیا۔"

3. ضرورت کے بقدر ترکیب کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

← ابوامه مبتدااور ابوه خبر کے درمیان حی کا فصل ہے جو ان دونوں کے لئے اجنبی ہے۔

← حی موصوف اور یقاربه صفت کے درمیان ابوه کا فصل بالا جنبی ہے۔

← مستثنیٰ منه حی پر مستثنیٰ مملکا کامقدم کر دیا گیا ہے۔

← بدل حی اور مبدل منه مثله کے درمیان کافی فصل ہے۔ پس اسی ترتیب کے ساتھ اگر شعر کا ترجمہ کیا جائے کہ لوگوں میں ابراہیم کے مثل کوئی نہیں مگر مملک کہ اس کی ماں کا باپ زندہ ہے اس کا باپ اس کے مشابہ ہے تو کچھ سمجھ میں نہیں

آئے گا کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے اور اگر صحیح ترتیب کے ساتھ اس کلام کو یوں ذکر کیا جائے۔ "ليس كمثله فى الناس حى يقاربه الاهشاماً ابوامه ابوه" تو اس کا ترجمہ مطلب خیز ہو گا اور اس سے شاعر کا مراد سمجھنا آسان ہو گا۔ چنانچہ اس کا ترجمہ ہو گا لوگوں میں ابراہیم کے مثل کوئی زندہ نہیں جو فضائل میں اس کے مشابہ اور قریب ہو سوائے ہشام کے کہ ہشام کی ماں کا باپ ابراہیم کا باپ ہے۔ یعنی ابراہیم ماموں اور ہشام اس کا بھانجا ہے۔

کلام کبھی سامع کے مراد پر دلالت اس لئے نہیں کرتا کہ متکلم ایسا کلام پیش کرے کہ جس کے حقیقی معنیٰ مقصود نہ ہوں بلکہ اس کے مجازی معنیٰ مقصود ہوں مگر اس معنیٰ مجازی کی طرف کسی خلل کی وجہ سے سامع کا ذہن باسانی منتقل نہ ہوتا ہو تو اس کا نام تعقید معنوی ہو گا:

سأطلب بعد الدار عنكم لتقربوا وتسكب عيناى الدموع لتجمدا[12]

اس شعر میں آنکھوں سے آنسو جاری ہونا حزن وغم سے کنایہ کیا ہے یعنی شاعر کا مقصد اس شعر کے ذریعے آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کی خبر دینا نہیں ہے بلکہ اس کے لازم یعنی رنج وغم کی خبر دینا مقصود ہے۔ مصنف نے اسی بات کو پیچیدہ بنا کر یوں کہا ہے کہ شاعر نے آنسو جاری ہونے کو کنایہ قرار دیا ہے اس چیز سے جو دوستوں کی جدائی کو لازم ہے یعنی رنج وغم، حالانکہ حزن جس طرح فراقِ احبہ کے لئے لازم ہے اسی طرح آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کے لئے بھی لازم ہے۔ دوسرا کنایہ یہ ہے کہ شاعر نے جمود عین (آنکھوں کا خشک ہو جانا) سے کنایہ کیا ہے فرحت ومسرت کی طرف یعنی جمود عین بول کر وہ چیز مراد لی ہے جو دائمی ملاقات سے حاصل ہوتی ہے یعنی فرحت وسرور۔ مگر شاعر نے اس میں غلطی کی ہے کیونکہ جمود عین سے اس فرحت وسرور کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے جو سرور احباب کی ملاقات سے حاصل ہوتا ہے بلکہ جمود عین سے اس بات کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے کہ آنکھیں رونے کی ارداہ کے وقت آنسو بہانے کے سلسلے میں بخیل ہو گئی ہیں اور انسان رونے کا ارادہ اس وقت کرتا ہے جب وہ دوستوں کی جدائی پر نجیدہ ہو۔ پس جب آسانی کے ساتھ ذہن اس چیز کی طرف منتقل نہیں ہوتا جو شاعر کی مراد ہے تو اس انتقال میں یقیناً خلل ہو گا اور یہ کلام تعقید معنوی پر مشتمل ہو گا۔

4. وضاحت کے لئے قرآنی مثال ذکر کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مصنفؒ وجہ شبہ مرکب عقلی کے نیچے راقم ہے:

المركب العقلي من وجه الشبه كحرمان الانتفاء بابلغ نافع مع تحمل التعب في استصحابه في قوله تعالى مثل الذين

حملوا التورية ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا[13]جمع سفر بكسر السين وهو الكتاب فانه امر عقلي منتزع من عدة امور لانه روعى من الحمار فعل مخصوص هو الحمل وان يكون المحمول اوعية العلوم وان الحمار جاهل لما فيها وكذا في جانب المشبه[14]

"انتہائی نافع چیز کے نفع سے محروم رہنا جبکہ اس کو ساتھ رکھنے سے مشقت اٹھانی پڑی اس کو وجہ شبہ مرکب عقلی کہا جاتا ہے[15]۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان لوگوں کی حالت جن کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہیں۔" یہ امر عقلی ہے جو چند امور سے منتزع ہے کیونکہ رعایت کی گئی ہے گدھے کی جانب میں ایک مخصوص فعل کی اور وہ بوجھ کا اٹھانا، محمول علیہ کا ادعیہ علوم ہونا، گدھے کا ان علوم سے جاہل ہونا ہے۔ اس طرح مشبہ کی جانب میں چند امور ملحوظ ہیں۔ تورات کا بوجھ، محمول کا ادعیہ علوم ہونا، محمول سے مستفید نہ ہونا۔"

اسی طرح مصنفؒ طباق کی تعریف کے نیچے راقم ہے:

فمنه المطابقة ويسمى الطباق والتضاد ايضا. وهى الجمع بين المتضادين أي معنيين متقابلين في الجملةويكون ذلك الجمع بلفظين من نوع واحد من انواع الكلمة اسمين نحو وتحسبهم ايقاظا وهم رقود[16]او فعلين نحو يحيي ويميت[17]او حرفين نحو لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت[18]. فان في اللام معنى الانتفاع وفى على معنى التضرر اي لا ينتفع بطاعتها ولا يتضرر بمعصيتها غيرها أو من نوعين نحو او من كان ميتا فاحييناه[19] فانه قد اعتبر في الاحياء معنى الحياة وفى الامانة معنى الموت والموت والحياة مما يتقابلان وقد دل على الاول بالاسم وعلى الثاني بالفعل[20].

"طباق کہتے ہیں کہ کلام واحد میں ایسے دو معنوں کو جمع کیا جائے جن میں فی الجملہ تقابل ہو[21]۔ کبھی اس کا تحقق دو لفظوں کے ساتھ ہو گا خواہ دونوں اسم ہوں جیسا کہ پہلے آیت کریمہ ایقاظ اور رقود دونوں اسم ہیں۔ یا دونوں فعل ہوں جیسے یحیی ویمیت حیات اور ممات دونوں افعال ہیں۔ یا دونوں حرف ہوں جیسا کہ لام میں انتفاع کا معنیٰ ہیں اور علی میں ضرر کا معنیٰ ہیں اور دونوں متقابل ہیں، اور کبھی جمع مذکور کا تحقق دونوں کی صورت میں ہوتا ہے جیسے آیت کریمہ میں حیات کے معنیٰ کا اعتبار ہے اور حیات وموت میں تقابل ہیں اس میں اول پر نوع اسم کے ساتھ اور ثانی پر نوع فعل کے ساتھ دلالت کرائی گئی ہے۔"

5. آیت کریمہ میں تفاسیر کی طرف اشارہ کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مثلاً مصنفؒ نے وقفوا کی تین تفسیریں کی ہیں۔

ولو ترى الخطاب لمحمد صلي الله عليه وسلماو لكل من يتأتى منه الرؤية إذ وقفوا على النار اي اروها حتى يعاينوها واطلعوا عليها اطلاعا هي تحتهم او ادخلوها فعرفوا مقدار عذابها[22].

أ. "اروهاحتى يعاينوها یعنی دوزخ کفار کو دکھائی جائے گی چنانچہ وہ خود اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

ب. " اطلعوا عليها هى تحتهم یعنی کفار دوزخ پر مطلع ہوں گے کہ وہ ان کے نیچے ہو گی اور کفار اس پر یعنی پل صراط کے

اوپر کھڑے ہوں گے۔

ت. " ادخلوھا یعنی کفار کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا، اور فیعرفوا مقدار عذابھا کا تعلق تینوں تفسیروں اراءت، اطلاع، ادخال کے ساتھ ہے۔ یعنی ان کو دوزخ دکھائی جائے گی یا دوزخ پر مطلع ہونگے یا وہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے تاکہ دوزخ کے عذاب کی مقدار کو پہچان سکیں۔"

6. قراءتوں کی طرف اشارہ کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

کبھی مصنفؒ قراءتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیسے:

فقالالمفسرون انما حرم عليكم الميتة بالنصب معناه ما حرم عليكم الا الميتة و هذا المعنى هو المطابق لقراءة الرفع اي رفع الميتة وتقرير هذا الكلام ان في الاية ثلث قراءت حرم مبنيا للفاعل مع نصب الميتة ورفعها وحرم مبنيا للمفعول مع رفع الميتة. فعلى القراءة الاولى ما في انما كافة إذ لو كانت موصولة لبقى ان بلا خبر والموصول بلا عائد وعلى الثانية موصولة لتكون الميتة خبرا إذ لا يصح ارتفاعها بحرم المبنى للفاعل على ما لا يخفى[23].

"مفسرین جیسے عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور حضرت مجاہدؒ نے فرمایا ہے کہ انما حرّم علیکم المیتة کے معنی ما حرم علیکم الا المیتة کے ہیں اور یہ معنیٰ افادہ قصر میں میتة کے رفع کی قراءت کے مطابق ہیں۔ آیتِ کریمہ میں تین قراءتیں ہیں۔"

أ. حَرّم فعل ماضی معروف اور میتة حرَّم کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

ب. حرّم فعل ماضی معروف اور میتة انّ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

ت. حُرِّمَ فعل ماضی مجہول اور میتة حُرِّمَ کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ قراءت اولی کی بناء پر انما میں ما کافہ ہوگا اس لئے کہ اگر ما کو موصولہ قرار دیا گیا تو دو خرابیاں لازم آئیں گے ایک تو یہ کہ انّ بغیر خبر کے رہ جائے گا اس طرح کہ ما موصولہ ہوگا اور حرّم علیکم المیتة اس کا صلہ ہوگا موصول صلہ سے مل کر انّ کا اسم ہوگا۔ دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ صلہ کے اندر ایک ایسے عائد کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف راجع ہو مگر یہاں صلہ یعنی حرم علیکم المیتة میں چونکہ ایسا کوئی عائد نہیں ہے اس لئے موصول بغیر عائد کے رہ جائے گا۔ ان دو خرابیوں کی وجہ سے اس آیت کریمہ میں انما کا ما کافہ ہے موصولہ نہیں ہے، اور دوسری قراءت کی بناء پر ما موصولہ ہوگا اور صلہ کے اندر عائد محذوف ہوگا۔ کیونکہ اس قراءت میں میتة مرفوع ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ میتة حرَّم فعل ماضی

معروف کی وجہ سے مرفوع نہیں ہے کیونکہ حرَّم کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے میتة حرَّم کا فاعل نہیں ہے اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا ان الذی حرمه الله علیکم هوالمیتة وہ چیز جس کو اللہ نے تم پر حرام کیا ہے وہ میتۃ ہی ہے۔

7. حدیث سے مثال پیش کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

کبھی حدیث کو بھی مثال کے لئے پیش کرتا ہے۔ جیسے:

ومنه اي من الايضاح بعد الابهام التوشيع وهو في اللغة لف القطنالمندوف وفی الاصطلاح ان يؤتی في عجز الكلام بمثنى مفسر باسمين ثانيهما معطوف على الاول نحو قوله عليه السلام يشيب ابن آدم ويشب فيه خصلتان الحرص وطول الامل[24].

"ایضاح بعد الابہام میں سے ایک توشیع ہے جس کا لغوی معنی ہے دھنی ہوئی روئی کو لپیٹنا اور اصطلاح میں توشیع یہ ہے کہ کلام کے آخر میں ایسا تثنیہ لایا جائے جس کی تفسیر آگے دو اسموں کے ذریعہ کی جائے[25]۔ جیسے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے: انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور جوان ہو جاتی ہیں اس میں دو خصلتیں یعنی حرص اور لمبی امیدیں۔ اس حدیث مبارک میں خصلتان تثنیہ کا صیغہ ہے اور کلام کے آخر میں واقع ہے، اس کے بعد دو اسم الحرص اور طول الامل سے اس کی تفسیر کی گئی ہے، جن میں سے دوسرا معطوف ہے اول پر، پس اس میں اطناب ہے اگر اختصار اور ایجاز مقصود ہوتا تو خصلتان نہ لایا جاتا۔"

اسی طرح مصنفؒ دوسری جگہ راقم ہے:

والاستعارة باعتبار الجامع اي ما قصد اشتراك الطرفين فيه قسمان لانه اي الجامع ما داخل في مفهوم الطرفين المستعار له والمستعار منه نحو قوله عليه الصلاة والسلام خير الناس رجل يمسك بعنان فرسه كلما سمع هيعة طار إليها او رجل في شعفة في غنيمة له يعبد الله حتى يأتيه الموت[26]. والمعنى خير الناس رجل اخذ بعنان فرسه واستعد للجهاد في سبيل الله او رجل اعتزل الناس وسكن في رؤس بعض الجبال في غنم له قليل يرعاها ويكتفى بها في امر معاشه ويعبد الله حتى يأتيه الموت. استعار الطيران للعدو والجامع داخل في مفهومهما فان الجامع بين العدو والطيران هو قطع المسافة بسرعة وهو داخل فيهما اي في العدو والطيران الا انه في الطيران اقوى منه في العدو[27].

"جامع کے اعتبار سے استعارہ دو قسم پر ہے۔ جامع سے مراد وہ امر ہے جس میں طرفین (مستعار منہ اور مستعار لہ) کے اشتراک کا قصد کیا گیا ہو جس کو باب تشبیہ میں وجہ شبہ کہتے ہیں، یہاں استعارہ میں اس کو جامع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مستعار لہ کو ادعاء مستعار منہ کے افراد میں سے ایک فرد قرار دے کر ان کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔ پس استعارہ جامع کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔

1۔ کہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم میں داخل ہو۔

2۔ کہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم میں داخل نہ ہو۔

پہلی قسم کی مثال آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو تھامے ہوئے ہو، جب کبھی وہ سنے گھبراہٹ کی آواز تو اس کی طرف اڑ جائے، یا وہ شخص جو پہاڑ کی چوٹی میں اپنی تھوڑی سے بکریوں کے درمیان رہتا ہو، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو یہاں تک کہ اس کو موت آجائے۔ اس حدیث مبارک میں تیز دوڑنے کو اڑنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے پھر مشبہ بہ (طارالیھا) کو ذکر کرکے مشبہ (تیز دوڑنا) مرادلیا اور جامع تیزی سے مسافت کو قطع کرنا ہے، جو طرفین (اڑنے اور تیز دوڑنے) کے مفہوم میں داخل ہے، کیونکہ تیزی سے مسافت قطع کرنا جنس ہے جس کے دو افراد ہیں، تیز دوڑنا اور اڑنا، اس لئے کہ تیز دوڑنا زمین میں تیزی سے مسافت قطع کرتا ہے اور طیران فضاء میں تیزی سے مسافت قطع کرتا ہے۔ البتہ قطع مسافت اڑنے میں تیز دوڑنے کی بنسبت زیادہ پایا جاتا ہے اس لئے اڑنے کو مشبہ بہ اور تیز دوڑنے کو مشبہ بنایا۔"

8. شعر کو بطور مثال پیش کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مصنفؒ کبھی چیز کی تعریف کرکے اس کی مثال شعر سے بھی ذکر کرتے ہیں:

تنبيه المخاطب على خطاء نحو ان الذين ترونهم أي تظنونهم اخوانكم يشفى غليل صدورهم ان تصرعوا أي تهلكوا اوتصابوا بالحوادث. ففيه من التنبيه على خطائهم في هذا الظن ما ليس في قولك ان القوم الفلاني[28].

"مخاطب کو اس کی غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے مسندالیہ کو اسم موصول کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ شعر میں موصول اور صلہ لاکر مخاطب کو اس کی غلطی پر متنبہ کیا گیا ہے اس طور پر کہ جن کو تم اپنے بھائی سمجھتے ہو وہ تو تمہاری ہلاکت میں راحت محسوس کرتے ہیں یعنی ان کا یہ جذبہ اخوت کے منافی ہے۔ اس کے برخلاف اگر یوں کہا جاتا کہ فلاں قوم تیری دشمن ہے تو اس سے مخاطب کو اپنے دشمنوں پر آگاہی تو ہو جاتی لیکن مخاطب کو اس کی غلطی پر تنبیہ نہ ہو پاتا۔"

اسی طرح مصنفؒ جمع مع تقسیم کی تعریف کے نیچے راقم ہیں:

الجمع مع التقسيم وهو جمع متعدد تحت حكمثم تقسيمه كقوله حتى شعر اقام أي الممدوح ولتضمن الاقامة معنى التسليط عداها بعلى فقال على ارباض جمع ربض وهو ما حول المدينة خرشنة وهى بلدة من بلاد الروم تشقى به الروم والصلبان جمع صليب النصارى والبيع جمع بيعة وهى معبدهم وحتى متعلق بالفعل في البيت السابق اعني قاد المقانب أي العساكر جمع في هذا البيت شقاء الروم بالممدوح ثم قسم فقال للسبى ما نكحوا والقتل ما ولدوا والنهب ما جمعوا والنار ما زرعوا[29].

"جمع و تقسیم یہ ہے کہ متعدد اشیاء کو ایک حکم میں جمع کیا جائے[30]۔ جیسا کہ شاعر کے مذکورہ شعر میں روم کی جو عورتوں، بچوں، مال و متاع، زرع و کشت سب پر صادق ہے حکم شقاء میں جمع کرکے شقاء کو سبی، قتل، نہب، احتراق پر تقسیم کرتے ہوئے ہر حکم کو اس کے مناسب کی طرف منسوب کیا ہے یعنی ان کی منکوحات کو قید کرلیا، اور مولودات کو قتل کردیا اور مذروعات کو پکالیا جلادیا اور مجموعات کو ضروریات میں صرف کرلیا۔"

9. عام مثال ذکر کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

کبھی مصنفؒ کسی چیز کی تعریف ذکر کرکے اس کے لئے عام مثال ذکر کرتے ہیں:

وربما يجعل ذريعة إلى الاهانة لشان الخبر نحو ان الذى لا يحسن معرفة الفقه قد صنف فيه كتاباؤ لشان غيره نحو ان الذى يتبع الشيطان فهو خاسر[31]

"یعنی خبر کی وجہ کی طرف اشارہ کرنا کبھی یہ خبر کی توہینِ شان کی طرف اشارہ کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے، جیساکہ مذکورہ مثال میں موصول اور صلہ مل کر مسند الیہ کو معرفہ لاکر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آنے والے خبر ایسی ہے جس کا تعلق فقہ سے ہے اس میں اشارہ ہے کہ اس کی یہ تصنیف انتہائی گھٹیا ہے کیونکہ جب یہ شخص فقہ سے نابلد ہے تو فقہ میں اس کی تصنیف بالکل بے کار ہے، اور کبھی غیر خبر کی توہینِ شان کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے جیسے وہ شخص جو شیطان کا اتباع کرتا ہے وہ خاسر ہے۔"

اس مثال میں موصول اور صلہ کے ساتھ مسند الیہ کو معرفہ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آنے والی خبر خسران کی قسم سے ہے کیونکہ شیطان اللہ کا دشمن ہے اس کا متبع خاسر ہی ہوگا۔ اس میں شیطان کی حقارت اور توہین کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب اس کے اتباع پر خسران مرتب ہوتا ہے تو وہ یقیناً ذلیل اور حقیر ہوگا۔

اسی طرح مصنفؒ دوسری جگہ راقم ہے:

"ثم القصريقع بين الفعل والفاعل نحو ما قام الا زيد وغيرهما كالفاعل والمفعول نحو ما ضرب زيد الا عمروا وما ضرب عمروا الا زيد والمفعولين نحو ما اعطيت زيدا الا درهما[32]."

"فعل اور فاعل کے درمیان بھی قصر واقع ہوتا ہے۔ کہ فعل مقصور ہو اور فاعل مقصور علیہ جیسے ماقام الازیداً (زید ہی کھڑا ہے) میں فعلِ قیام فاعل (زید) پر منحصر ہے، اور ان دونوں کے درمیان جو قصر ہے یہ قصر صفت علی الموصوف کے قبیل سے ہے۔ کبھی فاعل اور مفعول کے درمیان قصر واقع ہوتا ہے جیسے ماضرب زيدًا الاعمرًا (زید نے عمرو ہی کو مارا) ۔ کبھی قصر مفعول علی الفاعل کی صورت میں کیا جاتا ہے جیسے ماضرب عمرًوا الازيدًا (عمرو کو زید ہی نے مارا) ، اور کبھی قصر دو مفعولوں کے درمیان بھی واقع ہوتا ہے جیسے مااعطیت زیداالادرھماً (میں نے زید کو درہم دیا) یہاں پر قصر زید اور درہم کے درمیان واقع ہوا ہے اور یہ دونوں مفعول ہے۔"

10. سوال کی طرف اشارہ اور اس کا جواب ذکر کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مصنفؒ کبھی کسی چیز کی تعریف ذکر کرکے اگر اس عبارت پر اعتراض وارد ہوتا ہو تو اس کا جواب خود ہی ذکر کرتے ہیں۔ جیساکہ مصنفؒ علمِ معانی کی تعریف ذکر کرتے ہیں:

علم المعاني هو علم أي ملكة يقتدر بها على ادراكات جزئية يعرف به احوال اللفظ العربي ولاستعمالهم المعرفة في الجزئيات أي هو علم يستنبط منه ادراكات جزئية التي بها يطابق اللفظ مقتضى الحال[33].

"علمِ معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ عربی کے ان احوال کو جانا جاتا ہے جن احوال کی وجہ سے لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہوتا ہے۔

ولاستعمالهم المعرفة سے شارح کا ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ کہ مصنفؒ نے علمِ معانی کی تعریف میں کیوں یُعلم کی جگہ یُعرف کیوں کہا؟ اس کا جواب مصنفؒ نے خود دیا ہے۔ کہ اہل عرب معرفت کا لفظ جزئیات کا ادراک کرنے میں استعمال کرتے ہیں اور علم کا لفظ کلیات کے ادراک کے لے استعمال کرتے ہیں اور لفظِ عربی کے احوال مثلاً تاکید، تقدیم مسندالیہ اور تاخیر مسندالیہ جزئیات ہیں نہ کہ کلیات لہٰذا ان کے مناسبت سے معرفت کا لفظ بنسبت علم کے لفظ سے درست ہے۔"

اسی طرح دوسری جگہ مصنف لکھتے ہیں:

واما تعريف المسند فلا فادة السامع حكما على امر معلوم له باحدى طرق التعريف يعنى انه يجب عند تعريف المسندتعريف المسند إليه إذ ليس في كلامهم مسند إليه نكرة والمسند معرفة في الجملة الخبرية بآخر مثله أي حكما على امر معلوم بامر آخر مثله في كونه معلوما للسامع باحدى طرق التعريف سواء يتحد الطريقان نحو الراكب هو المنطلق أو يختلفان نحو زيد هو المنطلق أو لازم حكم عطف على حكما كذلك أي على امر معلوم باخر مثله. وفيه هذا تنبيه على ان كون المبتدأ والخبر معلومين لا ينافى افادة الكلام للسامع فائدة مجهولة[34].

"مسند کو معرفہ اس وقت لایا جاتا ہے کہ جب متکلم سامع کو ایک امر معلوم پر دوسرے امر معلوم کے ساتھ حکم کا یا لازم حکم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرے۔ حکم کا فائدہ اس وقت پہنچایا جاتا ہے جب مخاطب کو حکم کا علم نہ ہو اور اگر مخاطب کو حکم معلوم ہو تو اس وقت متکلم کا مقصد لازم حکم یعنی اپنے عالم بالحکم ہونے کا فائدہ پہنچانا ہوتا ہے مثلاً زیدمات کا مخاطب اگر ایسا آدمی ہے جس کو زید کے مرنے کا علم نہیں ہے تو اس کلام سے حکم کا فائدہ پہنچانا مقصود ہوگا، اور اگر ایسا آدمی مخاطب ہو جس کو زید کے مرنے کا علم ہے تو اس وقت اس کلام سے مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا مقصود ہوگا کہ ہم کو بھی زید کے مرنے کا علم ہے۔"

وفی هذا تنبيه سے مصنفؒ ایک اعتراض کو جواب دیا گیا کہ جب مخاطب کو مبتدا اور خبر دونوں معلوم ہیں تو یہ کلام افادہ معلوم کے قبیل سے ہوگا یعنی مخاطب کو ایک معلوم چیز کا فائدہ دینے کے لئے ہوگا حالانکہ کلام خبری کے لئے فائدہ مجہولہ (حکم یا لازم حکم) کا فائدہ دینا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں کا مخاطب الگ الگ معلوم ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وہ کلام سامع کو فائدہ مجہولہ (حکم یا لازم حکم) کا فائدہ دے یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ مخاطب کو مبتدا اور خبر دونوں الگ الگ معلوم ہوں اور پھر وہ کلام مخاطب کو فائدہ مجہولہ کا افادہ بھی کرے۔ کیونکہ مخاطب کو مبتدا اور خبر کا الگ الگ معلوم

ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ مخاطب کو مبتدا اور خبر الگ الگ تو معلوم ہوں مگر ان میں سے ایک کا دوسرے کی طرف منسوب ہونا معلوم نہ ہو مثلاً ایک شخص زید کو بھی جانتا ہے اور عالم کو بھی جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ عالم وہی زید ہے پس زید العالم کہہ کر اسی انتساب کا فائدہ پہنچایا گیا ہے اور جب ایسا ہے تو یہ کلام خبری فائدہ مجہولہ کا فائدہ کرنے والا ہوا افادہ معلوم کے قبیل سے نہیں لہٰذا مذکورہ اعتراض باطل ہوگا۔

11. کسی اصطلاح کے لئے کئی اقوال پیش کرنے میں علامہ تفتازانیؒ کا منہج

مصنفؒ جب کسی چیز کی تعریف ذکر کرتے ہیں تو اس کی مناسبت سے کوئی اور قول بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ مصنفؒ خبر کی صدق اور کذب کے تحت راقم ہیں:

وقيل صدق الخبر مطابقته لاعتقاد المخبر[35]

" خبر کا صادق ہونا خبر کے حکم کا مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہوتا ہے۔ قیل سے مراد مصنفؒ کا نظام معتزلی ہے۔"

قال السكاكي كان حروف التنديم والتحضيض نحو هلا والا بقلب الهاء همزة ولولا ولو ما مأخوذة منهما[36].

"علامہ سکاکی نے کہا ہے کہ ھلا، الا، لولا، لوما حروف تندیم اور تحضیض ہیں تندیم کا معنٰی ہیں مخاطب کو اس کے کئے ہوئے پر نادم کرنا اور تحضیض کا معنٰی ہیں مخاطب کو کسی کام کے کرنے پر ترغیب دینا۔"

فعلِ ماضی کے ساتھ تندیم ہوتی ہے جیسے ھلا اکرمت زیدًا، لوما اکرمت زیدًا، تونے زید کا اکرام کیوں نہیں کیا یعنی تجھ کو زید کا اکرام کرنا چاہیئے تھا۔ اس مثال میں متکلم کا مقصد مخاطب کو زید کے اکرام کے ترک کرنے پر نادم اور شرمندہ کرنا ہے، اور فعل مستقبل کے ساتھ تحضیض ہوتی ہے جیسے ھلا تقوم، لوما تقوم۔ آپ کیوں کھڑے نہیں ہوں گے یعنی آپ کو کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس مثال میں متکلم کا مقصد مخاطب کو قیام کی ترغیب دینا اور اس پر اُبھارنا ہے۔

خلاصہ بحث

علماء کے نزدیک علامہ تفتازانیؒ کا بہت بڑا مقام ہے۔ آپ نے مختلف علوم میں مثلاً علم الصرف، علم النحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علمِ بلاغت میں تصنیفات کی ہے۔ مختصر العمانی بلاغت کے میدان میں ایک دُرِّ نایاب ہے۔ مختصر المعانی میں موصوف کا منہج یہ ہے۔ کہ موصوف سب سے پہلے ایک اصطلاح پیش کرتے ہیں، پھر اس اصطلاح میں اگر مشکل الفاظ آئے ہو تو اس کی وضاحت کرتا ہے، اور اگر ممکن ہو تو اس کی وضاحت کے لئے قرآنی

آیات پیش کرتے ہیں، کبھی ان قرآنی آیات کی تفاسیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کبھی ان میں قراءتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ اگر عبارت مغلق ہو، تو اس کی ترکیب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ موصوف کبھی اس اصطلاح کی وضاحت حدیث سے کرتا ہے۔ کبھی اس اصطلاح کی وضاحت کے لئے اشعار لاتے ہیں۔ کبھی اس اصطلاح کی وضاحت کے لئے عام مثال پیش کرتے ہیں۔ اگر کسی عبارت پر سوال وارد ہوتا ہو، تو موصوف سوال اور اس کا جواب ذکر کرتے ہیں۔ اگر کسی اصطلاح میں اور اقوال میں موجود ہو، تو کبھی ان اقوال کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن عماد، ابوالفلاح عبدالحہ بن احمد، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (بیروت: دار ابن کثیر، بیروت، 1406ھ) 8: 549

2 زرکلی، خیر الدین محمد بن محمود، الاعلام (بیروت: دار العلم للملاعین، 2010ء)7: 219

3 طاشکبری، ابوالخیر احمد بن مصطفی، شقائق النعمانیہ (بیروت: دار الکتاب العربی، 1998ء)1: 30

4 ابن حجر، ابوالفضل احمد بن علی، الدرر الکامنہ (ہند: دائرۃ المعارف حیدر آباد (س۔ن)6: 122

5 نفس مصدر---سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، بغیۃ الوعاۃ (لبنان: مکتبہ عصریہ ،2003ء)2: 285

6 تفتازانی، سعدالدین مسعود بن عمر، مختصر المعانی (کراچی: دار الاشاعت، 1425ھ/2005ء)ص: 11

7 مختصر المعانی:12

8 نفس مصدر :17

9 مختصر المعانی:18

10 نفس مصدر

11 مختصر المعانی:19- 22

12 نفس مصدر

13 سورۃ الجمعہ62: 5

14 مختصر المعانی:336

15 نفس مصدر

16 سورۃ کہف18: 18

17 سورۃ البقرۃ2 : 258

18 سورۃ البقرۃ2: 286

19 سورۃ الانعام6: 122

20 مختصر المعانی:443

21 ڈاکٹر محمد احمد قاسم، علوم البلاغۃ (لبنان: المؤسسۃ الحدیثۃ، 2003ء) ص66

22 مختصر المعانی:155

23 نفس مصدر: 192و193

24 مختصر المعانی:292 ---- بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2003ء) حدیث (6506)

25 عبد العزیز عتیق، علم المعانی (بیروت: دار النہضۃ العربیہ، 2009ء) ص189

26 امام نسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب، السنن الکبری (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 2001ء) حدیث (11213)

27 مختصر المعانی:385

28 نفس مصدر:74

29 مختصر المعانی:462

30 نفس مصدر

31 مختصر المعانی:76

32 نفس مصدر:203

33 مختصر المعانی:34

34 نفس مصدر:157

35 مختصر المعانی:39

36 نفس مصدر:208